دل کی بات

مولانا محمد عبداللہ اور حکیم محمد سعید کا قتل

۱۷ اکتوبر کو ملک میں دو ایسے عظیم سانحے رونما ہوئے جن کے صدمے کی شدت سے پورا پاکستان مغموم اور اداس ہے۔

حکیم محمد سعید شہید:

۱۷ اکتوبر کو نمازِ فجر کے بعد اپنے معمولات سے فارغ ہو کر قوم کا ہمدرد و مسیحا اپنے مطب کے لئے روانہ ہوا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ یہ ان کا آخری سفر ہے۔ جونہی وہ اپنے مطب پہنچے تو وہاں پر پہلے سے موجود سفاکوں اور ظالموں نے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ حکیم محمد سعید اور ان کے معاون حکیم عبدالقادر تو موقع پر ہی شہید ہو گئے جب کہ ان کا ملازم ولی ہسپتال جا کر دم توڑ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حکیم محمد سعید واقعتاً سعید روح تھے۔ وہ قوم اور ملک کے ہر دکھ درد میں شریک ہوتے اور لوگوں کے غموں کو ہلکا کر کے خوشیاں بانٹتے۔ وہ بے پناہ خوبیوں والے انسان تھے۔ ان کے نقطۂ نظر سے کسی کو اختلاف تو ہو سکتا ہے مگر ان کی حُب الوطنی اور بے پناہ دینی، سماجی، سیاسی اور ادبی خدمات کا انکار نہیں ہو سکتا۔ حکیم سعید ایک سچے مسلمان اور سچے پاکستانی تھے۔ وہ یتیموں، مسکینوں، بیواؤں، مفلوک الحال اور پریشان لوگوں کا سہارا تھے۔ وہ بیماروں کے تیماردار اور مسیحا تھے۔ ہر پاکستانی سے محبت کرتے تھے۔ طب کے لئے اور تعلیم کے لئے ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ حکیم محمد سعید شہید کئی دینی اداروں، دینی جرائد و رسائل اور دینی کارکنوں کی بے لوث مالی معاونت کرتے تھے۔ ان کے دل میں قوم کے لئے ہمدردی کے سوا کچھ نہ تھا۔ "ہمدرد فاؤنڈیشن" قائم کی تو اسے اسمِ بامسمّی بنا دیا۔ ظالموں اور سفاکوں نے بچوں کا ہمدرد، جوانوں کا ہمدرد اور بوڑھوں کا ہمدرد ہم سے چھین لیا۔ ان کے لاکھوں مداح ایسے ہیں جنہوں نے ان کو دیکھا تک نہیں۔ یہ ان کی حب الوطنی اور قومی ہمدردی کی قوی دلیل ہے۔ مگر اس ہمدردِ ملت کو جس وقت شہید کیا گیا وہ باوضو تھا، حالت روزہ میں تھا اور ذکر الٰہی میں مشغول تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے اور ان کے درجات بلند فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ (آمین) ادارہ نقیب ختمِ نبوت کے تمام ارکان حکیم صاحب کے پسماندگان، ان کی بیٹی، اہل خاندان اور ہمدرد فاؤنڈیشن کے کارکنان سے اظہار ہمدردی و تسلی کرتے ہیں اور ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ شہید:۔

۱۷ اکتوبر کی دوپہر ممتاز عالم دین اور رؤیت ہلال کمیٹی کے چیئرمین حضرت مولانا محمد عبداللہ کو لال مسجد اسلام آباد کے احاطے میں دہشت گردوں نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ ان کے ہونہار اور صالح فرزند مولانا عبدالعزیز بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ان پر بھی حملہ کیا گیا مگر وہ محض اللہ کے فضل و کرم سے محفوظ رہے۔

مولانا محمد عبداللہ ایک فقیر منش، درویش خدامست اور مخلوق سے محبت کرنے والے انسان تھے۔ وہ کئی برس سے دارالحکومت میں دین کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ وہ مرکزی لال مسجد کے خطیب اور جامعہ فریدیہ کے مہتمم تھے۔ فرقہ وارانہ مناقشات سے کوسوں دور اور بالکل الگ تھلگ رہنے والے انسان تھے۔ وہ ایک حق گو اور حق پسند عالم باعمل تھے۔ سرکاری ملازم ہونے کے باوجود تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے خطبات میں ہمیشہ حکمرانوں کی غلط پالیسیوں پر شدید ترین مگر انتہائی مثبت اور سنجیدہ تنقید کرتے۔ اپنا موقف پوری جرأت کے ساتھ بیان کرتے۔ مختلف حکومتوں نے انہیں اسی جرم کی پاداش میں لال مسجد کی خطابت سے الگ کیا مگر لوگوں نے وہاں کسی اور کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جبکہ کسی اور عالم نے بھی مولانا کی مسجد میں ان کی جگہ لینے کی کوشش نہیں کی۔ وہ ایک ملنسار، مہمان نواز، خوش طبع و خوش مزاج، امن پسند و امن کا پیغام بر، صلح جو اور خلیق انسان تھے۔ انہوں نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ وہ عمر بھر دین حق کی تبلیغ و تعلیم میں مصروف رہے۔ ہزاروں مسلمانوں نے ان کے خطبات سن کر اپنے اعمال کی اصلاح کی اور سینکڑوں طلباء نے خود ان سے اور ان کی یادگار جامعہ فریدیہ میں رہ کر علم دین حاصل کیا۔ وہ کسی جماعت کے رکن نہیں تھے مگر ہمیشہ حق کی حمایت کی۔ مولانا کا قتل کوئی معمہ نہیں۔ سیدھی بات ہے کہ جو لوگ گزشتہ دس برسوں سے ملک میں فرقہ وارانہ قتل و غارت گری کر رہے ہیں۔ وہی اس قتل کے ذمہ دار ہیں۔ جنہوں نے مولانا حق نواز جھنگوی، ایثار القاسمی، ضیاء الرحمن فاروقی، شعیب ندیم اور دیگر رہنماؤں کو قتل کیا وہی مولانا عبداللہ کے قاتل ہیں۔ اس گروہ خبیثہ کی صرف ایک ہی ترجیح ہے کہ جو کام کا آدمی ہو اسے راستے سے ہٹا دیا جائے اور بس! کیا اس سے مسائل حل ہو جائیں گے؟ یہ حکومت کی واضح ناکامی ہے۔ جب ملک کی بڑی شخصیات دہشت گردوں سے محفوظ نہیں تو عام شہری تو بالکل ہی غیر محفوظ ہے اور معاشرے میں عدم تحفظ کا احساس عام ہے۔

اراکینِ نقیبِ ختمِ نبوت مولانا کے قتل پر غمگین ہیں اور ان کے اہلِ خانہ کے علاوہ اہلِ مدرسہ اور تمام مداحوں کے غم میں شریک ہیں۔

معاصر ہفت روزہ "ندائے ملت" لاہور نے اپنی اشاعت ۲۲ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۸ء میں مولانا محمد عبداللہ کے قتل پر اپنے تعزیتی شذرے میں لکھا ہے:۔

"بد قسمتی سے مذہبی دہشت گردی کی لہر میں مساجد کا تقدس بھی برقرار نہیں رکھا گیا۔ پہلے تو یہ تھا کہ اگر کسی نے مسجد میں پناہ لے لی تو وہ محفوظ۔ اب سر سجدے میں جھکے ہوتے ہیں اور اوپر سے گولیاں برس رہی ہوتی ہیں۔ المیہ یہ کہ گولیاں چلانے والے بھی مسلمان اور کھانے والے بھی مسلمان۔ ایک وقت تھا کہ جب اسی سپاہ صحابہ کے ہم مسلک بزرگ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور شیعہ رہنما مولوی مظہر علی اظہر مجلس احرار کے سیاسی پلیٹ فارم کے روحِ رواں تھے۔ بلکہ یک جان دو قالب تھے۔ یہی حال مسلم لیگ کا تھا۔ کوئی شیعہ نہیں، کوئی سنی نہیں، سب مسلمان۔ کوئی نفرت نہیں پیار ہی پیار۔ دراصل جب سے ہمارے ملک میں مارشل لاؤں کی سیاست شروع ہوئی اور ان کے نتیجے میں سیاسی جمہوری عمل کو معطل کیا جاتا رہا تو علاقائیت اور فرقہ واریت نے رواج پانا شروع کر دیا۔ جو اب شدت اختیار کر چکا ہے۔

اس کا توڑیہی ہے کہ حکومت ایسے اقدامات کرے جن سے قومی سوچ ڈویلپ ہو، جیسا کہ ماضی بعید اور ماضی قریب میں ہوتا رہا ہے۔ جب یہ ہو جائے گا تو علاقہ اور ملک کے تعصبات خود بخود دم توڑ جائیں گے۔"

فاضل اداریہ نگار نے جس وحدت و یگانگت کی مثال تحریر کی ہے وہ تو ان بزرگوں کا تدبر اور بصیرت تھی جسے انہوں نے آخر وقت تک قائم رکھا۔ سوال یہ ہے کہ اس پرامن، اتحاد و اتفاق کی فضاء کو کس نے سبوتاژ کیا؟ کون ان بزرگوں کو گالیاں دیتا رہا؟ حکومت کس جماعت کے پاس تھی جس نے پیار و محبت کو بغض و نفرت میں بدل دیا؟ اور مارشل لاء کو کس نے یہاں پہنچنے کا موقع فراہم کیا؟

یہ تمام کریڈٹ مسلم لیگ کو ہی جاتا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد اگر ان مسائل پر غیر جانبدارانہ توجہ دی جاتی تو نہ فرقہ وارانہ محاذ آرائی جڑ پکڑتی اور نہ مارشل لاء کی راہ ہموار ہوتی۔ مسلم لیگی حکومتوں نے اپنے محسنوں علامہ شبیر احمد عثمانی، اور علامہ سید سلیمان ندوی رحمہم اللہ کے ساتھ جو سلوک روا رکھا اس کا نتیجہ یہی نکلنا تھا۔ اگر قراردادِ مقاصد اور علماء کے متفقہ ۲۲ نکات پر عمل کیا جاتا تو آج صورت حال بالکل الٹ ہوتی۔

رہا مجلس احرار کا معاملہ تو یہ اب کیوں یاد آ رہا ہے؟ مولانا مظہر علی اظہر شیعہ تھے مگر ان کی زبان و قلم سے کبھی خلفاء راشدین یا دیگر صحابہ کرام کے بارے میں توہین کا ایک لفظ بھی کبھی نہیں نکلا۔ حد تو یہ ہے کہ ۱۹۳۷ء میں لکھنؤ کے شیعہ حضرات نے برملا قدحِ صحابہ کی تو مجلس احرار اسلام نے مدح صحابہ کی تحریک چلائی اور اس تحریک کی قیادت شیعہ عالم مولوی مظہر علی اظہر نے کی اور قدح صحابہ کا قانون منسوخ کرا کر ہی تحریک کو ختم کیا۔ اگر شیعہ قیادت آج بھی مولانا مظہر علی اظہر کے نقشِ قدم پر چلے تو فرقہ وارانہ ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور یہ آگ ٹھنڈی ہو سکتی ہے۔ اس معاملے میں صرف سپاہ صحابہ کو مطعون کرنا قرین انصاف نہیں۔ آخر سپاہ صحابہ بھی تو کسی عمل کا ردعمل ہے۔ اس کا ازالہ کیوں نہیں کیا گیا اور صحابہ کرام کی جماعت پر تنقید اور کھلی گالیوں کا دروازہ کیوں بند نہ کیا گیا؟ اور حکومتیں بھی اس کی ذمہ دار ہیں مگر اصل ذمہ داری مسلم لیگ پر ہی عائد ہوتی ہے۔ موجودہ فرقہ وارانہ جنگ تب ہی ختم ہو سکتی ہے کہ حکومت

(۱) تمام مسالک کے علماء کو اعتماد میں لے کر ان کے جائز مطالبات تسلیم کرے اور امت کے اجتماعی عقائد و نظریات کو مکمل آئینی تحفظ فراہم کرے۔

(۲) غیر ملکی خصوصاً ایران کے دباؤ کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے فیصلے ترجیحی بنیادوں پر خود کرے۔

(۳) "رواداری" میں "جانبداری" کے عنصر کو ختم کرے۔

(۴) دہشت گردی میں ملوث قاتلوں کو سزا دے اور بے گناہوں کو رہا کرے۔

وزیراعظم کی تازہ پریس کانفرنس:۔

۲۸، اکتوبر کو وزیراعظم نواز شریف نے ایک پریس کانفرنس میں حکیم محمد سعید کے قتل کی ذمہ داری واضح طور پر ایم کیو ایم (متحدہ) پر عائد کی ہے اور ایم کیو ایم کے ایک رکن صوبائی اسمبلی کو اس قتل کی منصوبہ بندی در نگرانی کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ وزیراعظم نے ایم کیو ایم کو تین روز میں قاتل حکومت کے حوالے کرنے کا الٹی میٹم بھی دیا ہے۔

حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں یہ تو آنے والا کل ہی واضح کرے گا لیکن وزیر اعظم کا یہ بیان انتہائی اہم ہے۔ حکومت اگر واقعی قاتلوں کی گرفتاری اور ان کو سزا دینے کا عزم رکھتی ہے تو اسے تمام سیاسی مفادات بالائے طاق رکھتے ہوئے قاتلوں کو جلد از جلد انجام تک پہنچانا چاہیے۔ اور اگر بقول کے صرف شریعت بل کی منظوری کے لئے یہ قدام اٹھایا جارہا ہے تو نہایت افسوسناک ہے۔ یہ بات بھی محل نظر ہے کہ صرف حکیم محمد سعید شہید کے قاتلوں کی گرفتاری کے لئے وزیر اعظم خود اتنی دلچسپی لے رہے ہیں جب کہ دارالحکومت میں قتل ہونے والے مولانا محمد عبداللہ کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔ اسی طرح کراچی میں ہی قتل کئے جانے والے حق گو صحافی صلاح الدین شہید کا مقدمہ ابھی تک فائلوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے اور قاتل دندنا رہے ہیں۔ جناب وزیر اعظم ان تمام مقدمات کو بھی اسی سنجیدگی سے لیں جس طرح محترم حکیم محمد سعید شہید کے مقدمہ میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ جناب وزیر اعظم ذاتی دلچسپی لے کر مولانا محمد عبداللہ اور صلاح الدین صاحب کے قاتلوں کو بھی گرفتار کر کے سزا دلوائیں گے۔ اور اسی طرح ملک میں عام شہریوں کو بے گناہ قتل کرنے والوں کو بھی عبرتناک انجام تک پہنچائیں گے۔

نعت

سید عطاء المحسن بخاری

مدینہ کی مٹی مرا جسم ہوتا
لعابِ نبی بھی مجھی میں سماتا
نبی کے وضو کا وہ کوثر سا پانی
بدن پر جو گرتا ، میں سیراب ہوتا
نبی کے زمانے میں گر پیدا ہوتا
اسامہ سا رشتہ مرا ان سے ہوتا
یتیمی کی حالت میں روتا کہیں میں
مرا والی مولیٰ ، نبی سئیں سا ہوتا
میں نعلِ مبارک کو آنکھوں میں رکھتا
یہ نعلِ مبارک کہیں گم نہ ہوتا
غریبوں کا والی ، جہانوں کا مولیٰ
جو مظلوم کو ان کا حق لے کے دیتا

* شہید جنگ یمامہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ۸/رجب المرجب ۱۴۱۹ھ ۲۹/اکتوبر ۱۹۹۸ء، ملتان